کارنامۂ غم

۱۳۵۷ھ

یعنی

مجموعۂ رباعیات وسلام وخمسہ جات وغیرہ

مصنفہ

حضرت حافظ حاجی سید شاہ علی احسن صاحب احسن مارہروی مرحوم مغفور

حسب فرمایش

سید شاہ محمد احسن صاحب سجادہ نشین

درگاہ برکاتیہ ۔ مارہرہ

باہتمام

محمد احیاء الدین ایف۔ آر۔ ایس [illegible] پرنٹر

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

(بار دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصل وسلم علیٰ نبیہ الکریم وآلہ العظیم

علیؐ بدبن العجائز کے پیرووں سے مخاطبت نہیں، تقلید کی لکیر کے فقیروں سے مکالمت نہیں، گفتگو ہے فلسفے کے نقادوں سے، استفسار ہے سائنس کے نقادوں سے کہ حسینؑ ابن علیؑ سبط نبیؐ مظلوم تھے یا ظالم؟ حسینؑ نے اپنے باپ کی شہادت اور اپنے بھائی کی دست برداری خلافت کے وقت کسی پر خروج کیا۔ اپنی خلافت کے لیے کوششیں کیں، شام کو ایلچی بھیجے، کوفے میں کوئی وفد بھیجا، یا اپنے وطن مدینہ منورہ میں سکون و سکوت کے ساتھ قیام پذیر رہے آن کا یہ عمل ایک دن دو دن، ہفتے دو ہفتے، مہینے دو مہینے، سال دو سال تک رہا یا بیس سال تک؟

سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۶۰ھ تک اُن کی یہ مسلسل خاموشی اور وطن نشینی امن و امان کی آئینہ بردار رہی یا ہنگامہ و خلفشار کی علم بردار، سنہ ۶۰ھ کے بعد جن عنوانوں، جن حرفتوں، جن ترکیبوں سے انھیں گھر کی چاردیواری سے نکلوایا گیا، وہ نکلنا اُن کی ذاتی مرضی اور اپنی خوشی

کے ساتھ ہوا۔ یا دوسروں کے تنگ کرنے اور چھیڑنے سے
ان اندازوں، ان سازبازوں، ان کاوشوں اور سازشوں کوشش کر
تنہا فلسفی اور سائنسداں ہی نہیں کوئی ذی عقل انسان بتائے کہ
اگر حسینؓ نے خروج نہیں کیا، خلافت کا اعلان نہیں فرمایا، قوموں
کو نہیں اُبھارا، نقضِ امن نہیں روا رکھا، گزشتہ انزوا نہیں چھوڑا
تو کوئی کس دل سے کس منہ سے کس زبان سے ہنگامۂ کربلا کا
بانی مبانی اُن کو ٹھہرا سکتا ہے۔

اگر اس لڑائی کی بنیاد فاطمہؓ کے جائے نے اٹھائی
تھی تو بیس برس پہلے جبکہ خلافت راشدہ ختم ہو رہی تھی اور جبکہ
بڑی بڑی ہستیاں (جو بیس برس بعد فنا ہو گئیں) موجود تھیں اور
جن سے بڑی حد تک اعانت وصیانت کی توقع امید تھی کیوں
نہ شروع کر دی گئی؟ اور پھر بھی جبکہ مدینے سے چلنے
اور میدان کارزار میں پہنچنے تک بار بار لڑائی سے انکار اور
گوشۂ عافیت کے بیٹھنے پر اصرار کیا جا رہا تھا۔ کیوں مجبور کیا کہ
وہ نبرد آزما ہوں؟ کیا سبب تھا کہ اُن کو اپنی مرضی کے مطابق
نہ چھوڑا گیا۔

اگر دنیا پرستوں کو اپنی ذاتی بادشاہت کا شوق نہ تھا تو کیوں

ایک حق پرست کی نصیحتوں کو نہ مانا گیا۔
عقل باور نہیں کرتی کہ ایک عزلت گزیں اور حق پرست جبکہ ناحق کوشوں، ہوس پرستوں کے ہاتھوں تباہ و برباد کیا جا رہا ہو، اپنے نانا کی امت کے لیے نہ سہی، اپنے ہی بچاؤ کی خاطر کسی قسم کی مدافعانہ کوشش نہ کرے، اور جب مدافعانہ کوشش کرے۔ تو اس کی کوشش کو فساد یا نہ جنگ سمجھا جائے۔
تاریخی روشنی میں سبطِ رسولؐ حسینؑ شہید۔ اور امیر معاویہ کے خلف الرشید یزید کی صورت و سیرت کو دیکھ کر ایمانداری سے بتانا چاہیئے کہ کون جاء الحق کی تنویر ہے اور کون زھق الباطل کی تصویر۔
بہر تقدیر راقم الحروف علیؑ بد ابن العجائزؒ کا اسیر اور تقلید کی لکیر کا فقیر۔ اور بالتقلید نہیں بالتحقیق مظلوم کربلا کے سانحات جاں گزا اور واقعات روح فرسا کو یزید اور لشکر یزید کے مظالم شدید کا نتیجہ مانتا ہے۔ اور سید الشہدا کے غم و ماتم میں رونا۔ رلانا۔ صبر و شکر کرنا ثواب و مفید جانتا ہے۔

اس ارادت مندانہ طبّاعی پر اگرچہ شاعرانہ صناعی کا ملمع ہے مگر کوئی روایت درایت کے متبرا نہیں، تمام معروضات منفرصنات سے معرّا ہیں، یہ وہ نیازِ عقیدت ہے جس کا رنگ مجازہم آہنگ حقیقت ہے۔

راقم نے اب تک اپنے افکار سخن کا کوئی مکمل مجموعہ شائع نہیں کیا ہے مگر اب ارادہ ہے کہ نجمًا نجمًا اور فرداً فرداً یہ سلسلہ جاری رہے جس کی ابتدا کارنامۂ غم سے کی جاتی ہے اور یہ اس لیے کہ ؎

یاد دارم کہ وقتِ زادنِ خرد
ہمہ خنداں بدند و من گریاں

راقم عاصم
سید علی احسن احسنؔ مارہروی
عفا اللہ عنہ وعنہ والدیہ احسن الیہما والیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من بکیٰ علی الحسین او تباکیٰ وجبت لہ الجنۃ

رباعیات

۱

ظاہر میں بہت کھوج لگایا تیرا — پایا نہ سراغ کچھ خدایا تیرا
لیکن جو حقیقت کی نظر سے دیکھا — ذرّے ذرّے میں نور پایا تیرا

۲

ایسی قربت کسی نے کب پائی ہے — یہ یک جہتی کہاں نظر آئی ہے
احمدؐ کو احد سے کیا جدا سمجھیں ہم — یہ نقش دوئی برنگ یکتائی ہے

۳

جس نے ہوں کئے علم کے لاکھوں طے گھر — ایسا کوئی نہیں مگر اک حیدرؑ
ہے فرق نبیؐ اور علیؑ میں اتنا — وہ شہر ہے علم کا تو حیدرؑ ہے در

۴

آنکھیں غم شبیرؑ میں تر ہیں دونوں — ہم پہلوئے درد دل جگر ہیں دونوں
عاشورہ و چہلم کی عزاداری سے — بایں رنگ محرّم و صفر ہیں دونوں

۵

ہم نے صلۂ مدح پیمبر پایا — ہے اپنے عروج کا فلک پہ پایا
مدّاحی سرور سے ہے کیا کیا نہ شرف — ہے اک یہ بسر بیعت کہ منبر پایا

۶

رخصت ہے خوشی غم کا مہینا آیا — فریاد کا، ماتم کا مہینا آیا
مومن پہ ہوا حرام احسنؔ ہر عیش — جس دن سے محرم کا مہینا آیا

۷

جس طرح نکلتا ہے محرم کا ہلال — خم ہے جنہیں ہر ماہ مکرم کا ہلال
لیکن ماہِ عزا سے اس کو احسنؔ — پوری ہے مناسبت کہ ہے غم کا ہلال

۸

احسنؔ نہ کبھی زمانہ سازی کیجے — مثلِ شعرا نہ شعر بازی کیجے
ہو ذوقِ سخن اگر تو صدق دل سے — مدّاحی سلطان حجازی کیجے

۹

یا شاہ معاونت ہے شیوا تیرا — محتاجِ مدد ہے میرا کعبہ تیرا
درخواست ہے تجھ سے یا علی احسنؔ کی — ہر نام نہ ہو یہ نام لیوا تیرا

۱۰

کیوں آنکھ نہ شبیر کے غم میں روتی — ہم چشموں میں اپنی آبرو کیوں کھوتی

دربارِ گہر بارِ حسینی کے لئے　　کیوں ناز نہ کرتی آنسوؤں کے موتی

(۱۱)

کیوں لب پہ ہمارے شہ ہے نالہ و آہ　　کیونکر نہ غم و رنج میں حالت ہو تباہ
احسن افسوس زندگی پر اپنی　　شبیر ہوئے شہید انا للہ

(۱۲)

شبیر کی کچھ بات نہ مانی نہ ملے　　ہرچند کہا ظالم کے پانی نہ ملے
اسلام سے یوں شرک جدا رہتا ہے　　جس طرح کہ تیل اور پانی نہ ملے

(۱۳)

کی الفتِ پنجتن ہمارے جی نے　　معمور رہیں نورِ حق سے اپنے سینے
احمدؐ حیدرؑ بتولؑ شبرؑ و شبیرؑ　　ہیں منزلِ واحد کے یہ پانچوں زینے

(۱۴)

اچھا ہے اگر دل میں نہ ہو طاقت و تاب　　بہتر ہے جو ہر وقت رہے چشم پُرآب
کیونکر نہ محرم میں خوشی سے روئیں　　ہم اس کو سمجھتے ہیں بڑا کارِ ثواب

(۱۵)

کیا فکر اگر روزِ قیامت ہے سیاہ　　کیا خوف زیادہ ہیں اگر اپنے گناہ
احسن کہہ سن کے بخشوائیں گے ہمیں　　سبطین معظمین انشاء اللہ

(۱۶)

غافل کس نیند میں پڑا سوتا ہے
کیوں اجرِ عظیم مفت کھوتا ہے
مجلس میں حسینؑ کی بہا لے آنسو
روتا ہی جو آج کل وہ خوش ہوتا ہے

(۱۷)

جو شاہ کی مجلسِ عزا میں آئے
وہ ظلِّ حمایتِ خدا میں آئے
اب فکرِ قضا و خوفِ دوزخ کیسا
جب جیتے جی جنّت کی ہوا میں آئے

(۱۸)

وہ آنکھ نہیں تر جو محرّم میں نہیں
وہ دل نہیں محرم جو اس غم میں نہیں
سُن کر غمِ شبیرؑ نہ رونے والا
ممکن ہے کہ ہو بشر مگر ہم میں نہیں

(۱۹)

دل سوزِ غمِ شاہ میں انگارہ ہے
سینہ غمِ شبیرؑ میں صد پارہ ہے
ہوتا نہیں بند جوشِ گریہ احسن
یہ آنکھ ہماری ہے کہ فوّارہ ہے

(۲۰)

رونا ہے اگرچہ ایک فعلِ مضطر
رکھتا ہے جو صورت کو مکدّر اکثر
لیکن یہی رونا غمِ شہ میں برعکس
کرتا ہے مثالِ ماہ چہرہ انور

(۲۱)

بخشش کی ہے فکر تجھکو بے حس کیسی
یادِ رطب و نازش یابس کیسی
ہم آج سرورؑ کی بدولت ہم سب
جنّت میں ہیں بیٹھے ہوئے مجلس کیسی

۲۲

کب سے غم و ماتم میں علم اُٹھتے ہیں — مدت سے یہ عالم ہیں علم اُٹھتے ہیں
بیٹھا ہے یزید جب سے حاکم بن کر — اُس آن سے محرم میں علم اُٹھتے ہیں

۲۳

مرنے کے لیے طبعِ حزیں مائل ہے — عبرت کا سبق آج ہمیں حاصل ہے
دنیا کا الم کیوں نہ ہو عقبیٰ کا سرور — ماضی کا مآل حال و مستقبل ہے

۲۴

کل رونقِ انجمن تھا جن کا ہونا — آہ اُن کے لیے آج پڑا ہے رونا
ملتا نہیں یارانِ گزشتہ کا پتا — ہم ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کونا کونا

۲۵

سبطین کا وابستۂ دامن ہوں میں — کونین کے فکر و غم سے ایمن ہوں میں
وصفِ حسنؑ و حسینؑ پڑھ کر سرِ بزم — احسنت کیوں نہ سنوں کہ احسن ہوں میں

۲۶

ممتاز ہیں ہر ناصر میں فائق ہیں حسینؑ — تفسیر کلامِ پاکِ خالق ہیں حسینؑ
قرآں کا ان سے بول بالا ہو نہ کیوں — مانندِ علیؑ مصحفِ ناطق ہیں حسینؑ

۲۷

ہر کام تھا اللہ کا حق تعالیٰ کے لئے — تھے نورِ ہدایت رہِ عقبیٰ کے لیے

(۲۸)

کیا کیا دنیا میں بے قیاسی نہ رہی
تفریق بدی و نیک اساسی نہ رہی
شبیر کو اہلِ شمر نہ پہچان سکے
ناخن کوششوں میں حق شناسی نہ رہی

(۲۹)

حُر کو جو ہدایت کا سبق ملتا ہے
خوش ہو کے شہ لے رنج و قلق ملتا ہے
سُن اترک قبول شمر و شبیرؑ کا فرق
باطل چھٹتا ہے اور حق ملتا ہے

(۳۰)

اعدا نے بصد مکر و دغا جبر کیا
روباہ صفت حملہ سرِ ببر کیا
شبیرؑ نے باوجود قدرت لیکن
جب ظلم ہوا شکر کیا صبر کیا

(۳۱)

یوں تو ہے شقی کا نام کب کوئی کہیں
لیکن لقب نیک ہے ہر دل میں مکیں
ہے نام یزید و سبک کی نسبت کا یہ فرق
لاکھوں میں حسینؑ اور یزید ایک نہیں

(۳۲)

روتے ہیں حسین ابن علی کے غم میں
ہے بخشش جناں کی آس اس ماتم میں
جب تک آلِ نبی میں کوئی باقی نہ رہا
لازم ہے کہ باقی نہ رہے کچھ ہم میں

دردِ شہدائے کربلا تو دیکھو
تکلیف و تعب کی انتہا تو دیکھو

ایسوں سے نہ کیوں حق تعالیٰ راضی
کیا صبر کیا اُن کی رضا تو دیکھو

(۳۴)

دل شاد کیا روح کو ناشاد کیا
دنیا کے لیے دین کو برباد کیا

اُمت نے امام کو مٹا کر گویا
مسجد کو تباہ گھر کو آباد کیا

(۳۵)

شبیر کا نام اہلِ حق لیتے ہیں
باصد تعب و رنج و تپاک لیتے ہیں

لیکن حالات کربلا کے سُن کر
جو صاحبِ ہوش ہیں سبق لیتے ہیں

(۳۶)

عادی جو نہیں زیادہ خوش ہونے کے
اوقات عزیز وہ نہیں کھونے کے

عاشورہ و عیدین سے ثابت ہے یہ بات
دو دن ہنسنے کے ہیں دس رونے کے

سلام

سلام اس پہ جو گھر چھٹ کر وطن سے چلا
بہاریں کے بشکلِ خزاں چمن سے چلا
بپا تھا خیمۂ آلِ عبا میں اک ماتم
عزیز بھائی جدا ہوئے جب بہن سے چلا

جن بازوؤں میں زور یداللہ ہو بھرا
کیا ان سے ہو مقابلہ سہراب و سام کا

جس کے لئے ہوا شق تھا دل احمدی
پوچھو نہ رتبہ اس شہ عالی مقام کا

کیا آرزوئے جام جم احسن کروں کہ ہوں
امیدوار ساقیٔ کوثر کے جام کا

(۴)

جو دل کہ مدح شہ کربلا پسند کرے
کچھ اور بات پھر اس کی بلا پسند کرے

سوا حسین کے یہ اور کس کا جگرا ہے
جو ظلم و جور پہ صبر و رضا پسند کرے

حرم کی پردہ دری ہو یہ کون چاہے گا
اسے یزید ہی سا بے حیا پسند کرے

وہ بوالہوس ہے مہوس نہیں ہے جو احمق
بجائے خاک شفا کیمیا پسند کرے

وہاں تیغ بھی ہے تشنہ کام مثل حسین
نہ کیوں وہ خون سر اشقیا پسند کرے

قرآن میں خدا نے، نبی نے حدیث میں
کی ہے بشرح و بسط بڑائی حسینؑ کی

اُن کے زہے نصیب جنھیں ہے آگہی نصیب
دیدارِ حق تھی جلوہ نمائی حسینؑ کی

تھی قربتِ رسول کی نعمت جنھیں حصول
اُن کو ہوئی تھی شاق جدائی حسینؑ کی

حق ناشناس رکھتے تھے کب گوشِ حق نیوش
کرتے وہ کیا کو شنوائی حسینؑ کی

کوتاہ بیں کی عرش بریں تک نظر کہاں
کیا دیکھتا وہ حدِ ارسائی حسینؑ کی

اوّل میں وعظ و نیاز تو آخر میں حرب و ضرب
لڑائی حسینؑ کی نظر نہ تھا

تھی صلح جو ہر ایک لڑنا حقیقتاً انھیں مدِّ نظر نہ تھی
تنبیہ کو تھی حشم نمائی حسینؑ کی

پہنچی مقاومت کی نہ جب بزدلوں میں تاب
سمجھے وہ بے حیا کہ دُہائی حسینؑ کی

شیدائی حسنؑ ہے دلِ غم زدہ مرا
جانِ حزیں ہے میری فدائی حسینؑ کی

آبرو خاکِ اس کی تھی اے نورِ عینِ بوتراب
بڑھ گئی پابوسیوں سے تیری شانِ کربلا

قطعہ

جب پسِ عاشورہ مستورات پہنچیں شام میں
کون مستورات؟ یعنی قیدیانِ کربلا

ہائے اس منظر کی یہ تصویرِ عبرت خیز تھی
اس طرح آیا نظر وہ کاروانِ کربلا

بے ردا بے پردہ مستورات تھیں اک اونٹ پر
اور ان کا ساربان تھا ناتوانِ کربلا

دے کے دعوت یہ عمل معصوم مہمانوں کے ساتھ
تھے بے مروت میزبانِ کربلا

کس قدر محسن حضرتِ شبیرؑ ہیں
کعبۂ مقصود و مرکزِ اہلِ یقیں ہے آستانِ کربلا

۸

ملے جو خدمتِ روح الامین جناں کے لیے
سلام کہہ کے یہ بھیجوں شہِ زماں کے لیے

ہے سلسلہ نبی سے خدا تک ملا ہوا

کہتا تھا جان دے کے شہِ دیں کا ہر رفیق
صد شکر آج حقِ رفاقت ادا ہوا

کج بحثیاں نہ کیں تو رہِ راست پا گیا
سیدھا ہوا ہے حُر کا مقدر پھرا ہوا

اللہ رے قلبِ مطمئن حضرت حسین
رنج و عنا میں بھی لبِ شکوہ نہ وا ہوا

اسبابِ اضطراب نے ڈالے ہزار پیچ
لیکن نہ مضطرب دلِ صبر آزما ہوا

ق

احوالِ کربلا سبق آموز عام ہے
دنیا پہ اس کے فیض کا در ہے کھلا ہوا
لیکن طلسم ساز فریبِ نگاہ ہے
آنکھوں پہ غفلتوں کا ہے پردہ پڑا ہوا

اٹھ جائے یہ حجاب تو ہو جائے یہ عیاں
ہر ذرہ ہے چراغِ ہدایت بنا ہوا

جنگ حسینؑ کی نہ زر و مال کے لیے
تھا ان کے سامنے یہ تخیل گرا ہوا

وہ صبر، وہ ثبات، وہ تسلیم، وہ رضا
جس کا نشان بعد نبی تھا مٹا ہوا
وہ جوش دین، وہ جذبۂ ملّی، وہ عزم و جزم
اسلام جس کے بل پہ تھا توڑ دی القوا ہوا
ابلاغ دین مطلق و اعلائے امر حق
باطل کا جس کے سامنے سر تھا جھکا ہوا
اِن حسیات کی حرکت ہو رہی تھی بند
اور انجماد کا تھا اثر بھی بڑھا ہوا
وہ جوش جان دے کے ابھارا حسین نے
جو سنگ بے حسی میں پڑا تھا دبا ہوا
پروا نہ ان کو زر کی نہ خواہش تھی مال کی
تھا مال و زر تو قوموں سے ان کے لگا ہوا
تھے وہ تو شاہزادۂ شاہنشہ دو کون
سب کچھ تھا ان کے پاس خدا کا دیا ہوا
کرتے وہ کیا طلب کسی ناحق شناس سے
ان کے لیے خزانۂ حق تھا کھلا ہوا
احسن یہ بوتراب کی ہیں فیض بخشیاں
جو ان کے در کی خاک ہوا کیمیا ہوا

سفر کی فکر تھی شہ کو قیام سے پہلے
مگر نصیب کے چکر سے آ گئے پھر کے وہیں
اُٹھے تھے اُن کے قدم جس مقام سے پہلے

تری ولا سے ہے مولا یہ شہرت احسن
وگرنہ کون تھا واقف غلام سے پہلے

(۱۱)

سلامی درد و غمِ شبیر کا رگ رگ میں پنہاں ہے
کہ ہر دل معنیِ خوں ہے ہر تن موجِ چشمِ گریاں ہے

ادھر طبل و علم ہے اور اک فرعونِ بے ساماں
ادھر اک پیشوائے اولیا اور نامِ یزداں ہے

نبی کا چاند گہنایا سیہ شام آہ اس غم میں
ہلال جیسے بالائے افق سر در گریباں ہے

خدا ترسی، خدا بینی، خدا دانی، خدا جوئی
حسین ابن علی کی ذات اور سب سے نمایاں ہے

نہ چھوڑی آن لیکن جان دے دی راہِ مولیٰ میں
اسی کا نام ایماں ہے مسلمانو
اسی کا نام مسلمانیت ہے

انھیں فخرِ نبی کہنے میں کیا شک ہے
کہ ہر نقشِ قدم تا حشر جن کا خضرِ راہِ ایماں ہے

انقلاب آہ زمانے میں ہوا یہ کیسا!؟!
ایسے گمراہ نہیں راہ پہ آنے والے
تشنہ لب ہیں بنے کوثر کے پلانے والے

سال بھر میں ہوئے فی النار ہیں سب اعدائے حسینؑ
سچ ہے رہتے نہیں تا دیر ستانے والے

بائے کس درد سے عابدؑ نے کہا اکبرؑ سے
ہم رہے جاتے ہیں او چھوڑ کے جانیوالے

وہ ہم داغ ملامت کے سوا پائیں گے کیا
شمر سے انعام کے پانے والے

خانہ بربادی سادات سے خوش ہوں نہ عدو
سب مسافر ہیں یہ جنت کے بسانے والے

آج کل ہے متردد بہت احسن تیرا
المدد اے غم فردا سے چھڑانے والے

(۱۳)

سلامی جو مجلس میں آئے ہوئے ہیں
وہ داغِ غمِ شاد کھائے ہوئے ہیں

مٹے جاتے ہیں داغ پیری میں دل کے
چراغ سحر جھلملائے ہوئے ہیں

کہا نکہتِ زلفِ اکبر نے رن میں
یہ جنگل ہمارے بسائے ہوئے ہیں
گل باغ زہرا کی تقصیر کیا ہے
کہ کیوں خار کھائے ہوئے ہیں

عدو اس پہ عشرت میں مشغول [illegible]
صفوں میں وہ آئے ہیں ہوئے ہیں
لڑائی میں جانیں لڑائے ہوئے ہیں
بلایانِ تو ہی گردشِ تیغ شہ سے
چپ و راست پہلو بچائے ہوئے ہیں

کہا کر کے چورنگ اعدا کو شہ نے
یہ پشتے ہمارے لگائے ہوئے ہیں
حرم کی کوئی بے ردائی تو دیکھے
کہ ہاتھوں سے منہ سب چھپائے ہوئے ہیں

ق

نہ دیکھی گئی پیاس بچوں کی جان سے
لب جو علمدار آئے ہوئے ہیں
یہاں آ کے دیکھا کہ اعدائے بے دیں
کنارے پہ دریا کے چھائے ہوئے ہیں
لعینوں سے ہو کر مخاطب یہ بولے

کہ شیطاں کے منہ سے لگائے ہوئے ہیں
کیا پھر یہ ارشاد سب کو سنا کر
سنیں وہ جو در پا پڑے ہوئے ہیں
ہمیں ہیں جو ہیں دین و دنیا کے مالک
ہمیں ہیں جو یہ فخر پائے ہوئے ہیں
ہمیں ہیں ید اللہ کے زورِ بازو
ہمیں یہ شرف گھر سے لائے ہوئے ہیں

اکھاڑا تھا جس ہاتھ نے بابِ خیبر
اسی ہاتھ کا زور پائے ہوئے ہیں
نہ کیوں ناز ہو علم پر اپنے ہم کو
کہ جب عقلِ کل تک بڑھائے ہوئے ہیں

سمجھتے ہیں اپنا ہم مردِ میداں
تمہیں کب سمجھے ہیں آزمائے ہوئے ہیں
نہ مرحب کو چھوڑا نہ عنتر کو چھوڑا
کہ جنوں کا زور آزمائے ہوئے ہیں
ان اونچوں کو نیچا دکھائے ہوئے ہیں

اگر حوصلہ ہے تو آؤ مقابل
کہ ہم آستیں چڑھائے ہوئے ہیں
ذرا دل میں شرماؤ اے لعینو!

نہیں کم حشر کے غم سے غمِ سبطِ پیمبر بھی
کہ تھے اُس دن پریشاں احمد و زہرا و حیدر بھی
مرے اشکِ عزا سے کیوں نہ ہوتے آب گوہر بھی
اگلتا ہے صدف کی طرح موتی دیدۂ تر بھی

ملک کا، جن کا، یا انسان کا، ذکر اس جگہ کیسا
غمِ شبیر میں تھا خونچکاں ہر ایک پیمبر بھی
نہ پوچھو حضرتِ شبیر کو صدمے ہوئے کیا کیا
لٹا گھر بھی، چھٹا در بھی، اٹھا لاشہ بھی، گیا سر بھی

فرشتے کانپتے تھے دیکھ کر اس دن کا ہنگامہ
نہ ہوگا روزِ عاشورہ سے بڑھ کر روزِ محشر بھی
ہوئیں سب اک غمِ شبیر سے بے والی و وارث بھی
بہن بھی، زوج بھی، ہمشیر بھی، بھاوج بھی، دختر بھی

کسی فاسق کی بیعت حضرتِ شبیر کیا کرتے
کہ تھے وہ خود امامِ وقت بھی، امت کے افسر بھی
بلائے کربلا میں مبتلا تھے ساتھ حضرت کے
برادر بھی، بھانجے بھی، پسر بھی، بھتیجے بھی

خدا نے قلب و چشم و گوش پر اک مہر کر دی تھی
وگرنہ شاہ کے رتبہ سے واقف تھے ستمگر بھی

جس روز سے آغاز محرم کا ہوا ہے — ہر مومن اسلام پہ فرض آہ و بکا ہے

یہ آہ و بکا خندۂ شادی سے ہے بہتر — اس آہ و بکا کا بجا اجر بڑا ہے

کیوں اجر بڑا اس کا نہ ہو جبکہ یہ رونا — جو بہرِ اثر ماتمِ شاہِ شہدا ہے

شاہِ شہدا کون حسینؑ ابنِ علیؑ ہیں — جن کے لئے پیدا ہی تسلیم و رضا ہے

تسلیم و رضا کیا ہے یہ پوچھے کوئی اس سے — جو رنج و مصیبت میں بھی مسرور رہا ہے

مسرور بھی ایسا نہیں جیسے ہیں وہ — ہر چند کہ زخموں سے بدن چور رہا ہے

راضی برضا بعدِ نبیؐ کون ہے ایسا — یہ دل یہ جگر اور بھلا کس کو ملا ہے

یہ حضرت زہراؑ کے پسر ہی کا ہے زہرا — پانی کی جگہ خونِ جگر جس نے پیا ہے

ہے کون مصائب سے جو ان کے ہیں واقف — مشہور بہت معرکۂ کرب و بلا ہے

عبرت کی نظر ڈال اگر آنکھ ہے غافل — سن غور و تامل سے جو گوش شنوا ہے

(مطلع)

وہ ذات جو ہر ذات سے بالذات سوا ہے — افسوس وہی موردِ صد کرب و بلا ہے

کچھ سبطِ پیمبرؐ کی فضیلت میں نہیں شک — وہ سرورِ کونین ہے شاہِ دوسرا ہے

تھے راکبِ دوشِ نبوی شبرؑ و شبیرؑ — یہ رتبۂ معراج بتا کس کو ملا ہے

بچپن سے یہ تھا جود و کرم راہِ خدا میں — خود فاقہ کیا اور فقیروں کو دیا ہے

جس ذاتِ مقدس میں ودیعت ہوں یہ جوہر　　　صد حیف کہ ایک اس پہ ہزاروں کی
یہ اہل جفا کون ہیں بد مذہب و بد عہد　　　ہے پاس محمد نہ جنھیں خوفِ خدا

(ق)

وہ بھوک وہ پیاس اور وہ بچوں کا بلکنا　　　اُف اُف یہ تصور بھی غضب
ہم سے تو یہ احوال سنا بھی نہیں جاتا　　　کمبخت وہ کیسے تھے جنھوں نے
دامانِ ولا آلِ محمدؐ کا نہ چھوٹے　　　ہر وقت الٰہی یہی احسنؔ کی

خمسہ بر غزل

حضرت سید مقبول عالم صاحبؒ

شہید معرکۂ کربلا سلامٌ علیک　　　امام و پیشتر و اتقیا سلامٌ
تو بیت کعبۂ مقصود ما سلامٌ علیک　　　مقرّبِ حرم کبریا سلامٌ
سوارِ دوشِ رسولِ خدا سلامٌ علیک

جدا نہ گشتہ از خدا سلامٌ علیک　　　مسافرِ رہِ کرب و بلا سلامٌ
بہ رنج و درد و عنا مبتلا سلامٌ علیک　　　شدی نشانۂ تیرِ جفا سلامٌ
دلِ علیؑ جگرِ مصطفےٰ سلامٌ علیک

زمانہ واقفِ اعزاز جاہ سبطین است　　　کہ ہر یکے پئے کونین زینت و زیبا

ببیں لوحِ تو آں ہر کہ از دل عین است — مقامِ عالی جاہِ تو قابَ قوسین است

شدی نشانۂ تیرِ جفا سلامٌ علیک

محال ہے کہ قلم سے بیان ہو تیری صفات — کہ تو ہے مجمع الاوصاف و بہار السادات

ہما شما کی ہے کیا بات اور کیا اوقات — یہ تو عرضہ دہت را و لیا علیک صلات

تمام رسل و ہمہ انبیا سلامٌ علیک

نہ کیوں ہوں سانحۂ کربلا سے آتش آتش — یہ واردات ہے روداد حشر کی رو کش

اہالیِ عرب و ہند ہوں کہ اہل حبش — تجھے کریں گے نذر تو بود کا رش

فغان و شیوہ و آہ و بکا سلامٌ علیک

تری ہے ذات مقدس تری ہے شان عظیم — ہے اختیار تجھے جبر پہ بہ ربِ کریم

نہیں ہے صبر میں تیرا کوئی شریک و سہیم — برائے تو جہاں آفریدہ شد تسلیم

شہی تو باعثِ خلقِ رضا سلامٌ علیک

ترے غلاموں کی دنیا میں ہے بڑی کثرت — ہر ایک مومن و مسلم نے پائی یہ عزت

مجھے بھی ناز ہے قسمت پہ اپنے ہے قسمت — دلِ حزیں مرا ساختن جلوہ گہت

زہے رونقِ بزمِ عزا سلامٌ علیک

امام زادوں پہ اعدا نے ڈھایا کیا کیا قہر — کسی کو ذبح کیا اور دیا کسی کو زہر

وہ کون ائمہ ہیں شہرت ہے جن کی شہر بہ شہر — رہا ہے زینتِ تا حسن بہ صفحۂ دہر

شہداز تو خمسۂ آلِ عبا سلام علیک

گناہگار ہیں اعدا میں تیرے ایک ایک فرد — سزائے سخت کے قابل ہیں ان کا ہر نامرد
کئے ہیں صاف ہمہ فرد انہیں ان کے چہرے زرد — یہ اہل شام سیہ بخت پس چہ خواہی کرد

صباحِ حشر و بروز جزا سلام علیک

تباہ حال ہے دنیا کا اے شہ والا — برائے مغفرتِ عاصیاں دعا فرما
کہ عرض کرتے ہیں میری طرح سب اہل عزا — بروح پاک تو ہر دم ہزار بار از ما

تحیت است صلوٰۃ و ثنا سلام علیک

ترے فضائل عالی بہت ہیں سبطِ رسولؐ — ضیائے چشم علیؑ ہے تو لختِ جانِ بتولؓ
بروز حشر نہ احسن نزار نہ ہو وہ ملول — توجہے نظرے سوئے مشکل مقبول

حسین نائب مشکل کشا سلام علیک

خمسہ بر اشعار حسرت موہانی

تری غلامی در سے جو مل گئی نسبت — نصیب کھل گئے بیدار ہو گئی قسمت
نہ کیوں ہوں غم سے رہا ہم کہ ہے بلا حجت — شہا وقت سبب رستگاری امت

حضور داور یوم الجزا سلام علیک

اگرچہ حد سے زیادہ ہے خوارئ امت — اگرچہ کم نہیں غفلت شعاری امت
مگر بنے گی پئے پاس داری امت — شہا وقت سبب رستگاری امت

حضورِ داورِ یوم الجزا سلام علیک

سحابِ لطف و عنایت حسینؑ ابن علیؑ — امامِ حق و حمایت حسینؑ ابن علیؑ
چراغِ راہِ ہدایت حسینؑ ابن علیؑ — گلِ مراد و لایت حسینؑ ابن علیؑ

تتمۂ شرفِ مصطفا سلام علیک

جہاں میں جتنے کمالات ہیں خفی و جلی — ملے سب ایک کو اللہ رے فیض لم یزلی
سنے زمانہ کہے کون وہ خدا کا ولی — گلِ مراد و لایت حسینؑ ابن علیؑ

تتمۂ شرفِ مصطفا سلام علیک

مخمس بر سلام مرزا داغ

غلطی کی جو رہا اپنی جگہ پہ پانی — تجھکو ہونا تھا قدمبوس خود آکر پانی
ڈوب مرنے کی جگہ ہے یہ سراسر پانی — ہائے یوں پیاس میں مانگے علی اصغر پانی
اب پیکاں سے ملے بوند برابر پانی

سختیاں دیکھ سکے ہائے نہ کیونکر پانی — اک بشر بند کرے ایک بشر پر پانی
آبرو دار رہے ہرگز نہیں پتھر پانی — رن میں جب پہونچے نہ تا آلِ پیمبر پانی
عرقِ شرم میں کیونکر نہ رہے تر پانی

ظلم اولادِ محمدؐ پہ ہوا ہے جیسا — نہ ہوا ہے بخدا اور نہ ہوگا ایسا
کیا کہوں ہائے کہ وہ ظلم و ستم تھا کیسا — قحط پانی کا ہوا آلِ نبیؐ پر ایسا

ہو گیا خشک عناصر میں بھی یکسر پانی

خشک لب دیکھ کے معصوموں کے بادیدۂ تر　　مشک لے کر اٹھے عباسؓ گئے دریا پر
پانی بھرنے سے جو فارغ ہوئے وہ نام آور　　بولی تقدیر پلاؤ گے کسے لے جا کر

چلے عباس جو مشکیزہ میں بھر کر پانی

مشک عباسؓ نے بھر کر جو اُٹھائی اسوقت　　شکل اُنھیں یاس نے حسرت کی دکھائی اسوقت
اور تو بات ہر اک دل سے بھلائی اسوقت　　شاہ کی تشنہ لبی یاد جو آئی اُس وقت

پھینکا عباس نے چلّو میں اُٹھا کر پانی

جتنے تھے شاہ کے انصار و احبّا اُن میں　　سب ہی جانباز تھے لیکن یہ ہوا کیا اُن میں
ہائے افسوس بچا کوئی نہ اصلا اُن میں　　وائے تقدیر بہا خون کا دریا اُن میں

مانگتے تھے جو بہتّر کے بہتّر پانی

جتنے دشمن تھے جفاکار تھے اکثر اُن میں　　طاقتیں ان کے مٹانے کی مگر تھیں کن میں
تھی یہ قدرت فقط اک خالقِ انس و جن میں　　اشقیا سب ہوئے فنّار برس ہی دن میں

حشر سے پہلے سزائیں تھیں مقرر پانی

اہل بیتِ نبوی میں تھا عجب حشر بپا　　حسرت و یاس سے ایک ایک کا مُنہ تکتا تھا
جس قدر رنج تھے اُن سب سے یہ غم تھا بالا　　العطش سب کی زباں پر تھا مگر دے نہ سکا

باپ بیٹے کو برادر کو برادر پانی

دیکھ کر تشنہ دہانی شہ نیک صفات　　قائم اپنے بڑھائے گئے تجھ سے ہیہات
تو نے مٹی میں ملا دی ہے خود اپنی اوقات　　آبرو خاک ہو دنیا میں تری نہر فرات
آل احمد کو دیا تو نے نہ بڑھ کر پانی

آسرا اب کے لئے دہر میں ہوتا ہے ولیک　　ان غریبوں کا سہارا نہ کوئی آس نہ ٹیک
کیوں نہ غمگین ہو سُن سُن کے ہر ایک نیک　　بچے رو رو کے کریں اپنا لہو پانی ایک
اور ترسائیں لعیں اُن کو دکھا کر پانی

ہم اگر تشنگی شاہ کی تمہید اُٹھائیں　　آہن و سنگ بھی سُن کر اُسے پانی ہو جائیں
ملک و جن و بشر ہی نہ فقط روئیں رولائیں　　چشم نقش کف پا میں بھی آنسو بھر آئیں
خاک پر گر کر جو مانگے علی اصغر پانی

کیوں نہ سب جان غم و رنج میں اپنی کھوتے　　کہ وہ بیٹے تھے علی کے تو نبیؐ کے پوتے
آبرو دار نہ صرف آپ کے غم میں روتے　　یہ بھی ہمراہ اگر آل نبیؐ کے ہوتے
خضرؑ و الیاسؑ کو ہوتا نہ میسّر پانی

کیفیت تشنگی شاہ کی جس وقت سُنی　　منجمد ہو گیا پانی بھی یہ تاثیر ہوئی
جز رشد آب میں اب خاک نہیں ہے باقی　　موج سمجھو نہ اُسے تشنہ لبی پر اپنی
پھیرتا اپنے گلے پر ہے یہ خنجر پانی

یا علیؑ شیر خدا دست خدا شاہ زمن　　آپ کے قبضے میں فردوس کی ہے نہر لبن

بن بخشش نہیں کچھ اور تمنا احسنؔ   یہ دعا داغ کی ہے میں نہ رہوں تشنہ دہن
مجھ کو دیں ساقیٔ کوثر لبِ کوثر پانی

(۴)
خمسہ بر غزل مرزا داغؔ

ہمتِ صبرِ حسینؑ آج نہ بدلا لے گی   بلکہ میعادِ عوض اور بھی بڑھوائے گی
ہاں مگر حشر میں جب خلقِ خدا لے گی   لذّتِ سیر دگر چشمِ تمنا لے گی
ایک بار اور بھی دنیا کبھی پلٹا لے گی

سبطِ احمد کے معانی بھی بڑی زینت نہاد   ان کے اعدا ہی سے پھیلا ہوا تھا شر و فساد
ظالموں سے کوئی کہہ دے کہ یہ تم کو رہے یاد   شکوۂ دہر نہ بیدادِ فلک کی فریاد
حشر میں خلقِ خدا نام تمہارا لے گی

جب گھڑی شام کے زنداں میں انکا زوال   ظلمتِ شب کا سنا اہلِ حرم نے احوال
مگر اللہ رے ہمت یہ تھے سب کے اقوال   لٹ چکے جان و دل و صبر و خرد و روز و صال
کیا دہر لاہے شبِ غم آ کے یہاں کھا لے گی

حر نے جب شاہ کے لشکر کی رفاقت چھوڑی   بھائی بیٹوں کو بھی ہمراہ لئے تھا وہ جری
سب کی عرض یہ کہ رخ کر کے سوئے سبطِ نبیؐ   ایک مدت سے ہے برباد ہماری مٹی
دیکھئے کب ترے دامن کا سہارا لے گی

کیا بھروسہ شہ کونین پہ تھا یاروں کو　　یہی کہتے سُنا حضرت کے وفاداروں کو
پوچھتا اور کہاں ہے کوئی ناکاروں کو　　خاص بخشوگے تمھیں اپنے گنہگاروں کو
بخشش عام نہ ان کا بھی جھگڑا لے گی

پوچھا جب کوئی سجّاد سے حالات سفر　　پوچھنے والوں سے فرماتے تھے با دیدہ تر
حالت زار سُنے گا مری کیا کوئی بشر　　شب کو دیکھے گی جو یہ داغ دل و چاک جگر
خوف سے کاہکشاں دانتوں میں تنکا لے گی

شاہ کہتے تھے نہ گھبرائے گا بندہ ہرگز　　چھوٹے گا شیوہ نہ تسلیم و رضا کا ہرگز
حکم جو حق کا ہے وہ ٹل نہیں سکتا ہرگز　　کام بگڑا نہ بنائے سے بنے گا ہرگز
میری تقدیر نہ تدبیر سے بدلے گی

خلفِ شیر خدا ہوں وہ ہدایت کے چراغ　　جن کی تعریف سے تا عمر نہ حاصل ہو فراغ
احسن ان یا نور کا ادنیٰ سا بتاتا ہے سراغ　　شاہ دارین کا وہ فیض ہے جاری اے داغ
حشر تک جس سے مرے دین کی دنیا لے گی

فرماتے تھے حسینؑ کہ آفت رسیدہ ہوں　　جب سے حسنؑ شہید ہوئے ہیں جریدہ ہوں
پوچھے نہ کوئی مجھ سے کہ میں کیوں کبیدہ ہوں　　سوز و گداز عشق کا لذت چشیدہ ہوں
مانند آبلہ ہمہ تن آب دیدہ ہوں

دُنیا سے کیا غرض ہے کہ خلوت گزیدہ ہوں — بیکس ہوں بینوا ہوں مصیبت کشیدہ ہوں
باغِ خزاں رسیدہ کا مُرغِ پریدہ ہوں — سروِ سہی ہوں اور نہ شاخِ خمیدہ ہوں
تسلیم و راستی کے لئے آفریدہ ہوں

شبیر کے معاون و انصار خوش اساس — تھے سب کے سب حضور کے ہمراہ بے ہراس
سجّاد شہ سے کہتے تھے لیکن بہ دردو یاس — پروانہ پاس شمع کے بلبل ہے گل کے پاس
اک میں کہ تیری بزم میں خلوت گزیدہ ہوں

مجبور ہوں علیل ہوں بے اختیار ہوں — مُضطر ہوں غم رسیدہ ہوں زار و نزار ہوں
کیا کیا نہ رنج ہجر سے میں بیقرار ہوں — بیتاب درد ہوں تو دلِ بیقرار ہوں
لبریز شکوہ ہوں تو زبانِ بریدہ ہوں

سر کاٹ کر حسینؑ کا جب لے چلے عدو — وہ سر تلاش جسم میں پھرتا تھا کو بکو
کرتا تھا حکم حق سے یہ برجستہ گفتگو — اُفتادگی پہ بھی نہ گئی اُس کی جستجو
گویا زمیں پہ سایۂ مُرغِ پریدہ ہوں

ایّام ہجر حضرتِ صُغریٰ کو تھے پہاڑ — ہوتی جو دل میں حسرت و ارماں کی بھیڑ بھاڑ
دل تھا مگر یہ کہتی تھیں کھا کھا کے وہ پچھاڑ — اے آرزوئے تازہ نہ کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ
میں پائے شوق دستِ تمنّا بریدہ ہوں

سُن کر سفر میں حضرتِ مُسلم کا حالِ زار — سب چاہتے تھے گھر کو چلیں شاہِ نامدار

لیکن حسین کہتے تھے رو رو کے بار بار   صیّاد پر ہوں بار تو ہوں باغباں کو خار
آزاد دام تا بہ چمن نا رسیدہ ہوں

عصیاں و جرم کی نہیں کچھ میرے انتہا   احسن برائے نام ہوں ہر کام ہے بُرا
اللہ دیکھئے مجھے ملتی ہے کیا سزا   اے داغ جس کیواسطے روزِ جزا بنا
وہ کون ہے وہ میں ہی تو آفت رسیدہ ہوں

(٦)

خمسہ

بر قطعۂ میر آزاد بلگرامی

تھے کہیں چند جمع انیس و رفیق   گرم تقریر تھا ہر ایک فریق
سُن کے ذکرِ سیاحت و تحقیق   سحرے پا گزاشتم بطریق
با جہاں دیدہ رفیق شفیق

دیکھے چل پھر کے چند چور اہے   پائے رہرو بھی گا ہے بیگا ہے
ایک دن بے خیال بے چا ہے   نا گہاں رو نمود درگا ہے
ہمہ تعمیر او بطرحِ انیق

نظر آئے وہاں عجب آثار   وہ مقامِ بزرگ و پر انوار
خانۂ ویران بلکہ لیل و نہار   گردِ او جمع مردم زوّار

ہمہ در بحرِ اعتقاد غریق

جتنے زوار تھے خجستہ شیم　　ایک ہی رنگ میں تھے سب باہم
دیکھ کر ان سبھوں کا یہ عالم　　از یکے زاں گروہ پرسیدم
کایں چہ جائیست دیں گُدام فریق

میں نے کی ایک شخص سے درخواست　　حال کہئیے یہاں کا بے کم و کاست
دیکھ کر کچھ ادھر اُدھر چپ و راست　　گفت ایں آستانِ شیرِ خدا
گر زیارت کنی زہے توفیق

سُن کے یہ مژدہ مٹ گیا سب غم　　بے تکلّف بڑھائے میں نے قدم
جان کر اس مکاں کو رشکِ ارم　　پیش رفتم زیارتش کردم
اشکہا ریختم برنگ عقیق

وہ مقامِ مقدّس و اسعد　　پا کے میں نے کیا ادب بے حد
دیکھ کر یہ عقیدت اور یہ کد　　مردِ بیہودہ در ہوا خندہ زد
گفت اے دور تر زِ فکرِ عمیق

جانتا ہے جو تو اُسے مسجد　　ہے ترے پاس کوئی اس کی سند
کس طرح مان جائیں اہلِ خرد　　شاہِ مرداں مگر بہ بند آمد
کہ تو ایں قول را کنی تصدیق

سُن کے یہ اعتراض چون وچرا ۔۔۔ نہ رہی تاب میرے دِلکو ذرا
فی المثل مثلِ عادتِ شعرا ۔۔۔ بیت آزاد یاد بود مرا
خواند مش عاشقانہ پیشِ رفیق

میں ہوں احسنؔ غلامِ شاہِ اُمم ۔۔۔ ہے یہ عادت مری بہ مستحکم
روضہ ہو یا صریح ہو کہ الم ۔۔۔ ہر کجا نام اوست قربانم
عاشقاں را چہ کار با تحقیق

تضمین بر شعرِ سید مقبول عالم صاحب رح

احمد کو مرتضیٰؑ سے جو تھی اُلفت و لی ۔۔۔ ہجرت کی رات اس کی دلیل قوی ملی
مکّے سے جب رسولؐ نے یثرب کی راہ لی ۔۔۔ اُس وقت قدر و عزّت مشکل کشا کھلی
ہے پھول ایک گلشنِ وحدت کا ایک کلی ۔۔۔ یہ نسبتیں خفی نہ سمجھ بلکہ ہیں جلی
یعنی وہ ہے نبیؐ تو یہ اللہ کا ولی ۔۔۔ جس پر حدیثِ لحمک لحمی منجلی
جب ہے یہ اتحاد کی صورت ملی جُلی ۔۔۔ پھر کیا عجب اگر ہے اسباب یک دلی
جائے رسول خواب و بستر کند علیؑ
خود را فدائے جان پیمبر کند علیؑ

تضمین بر قطعہ شیخ سعدیؒ

کیا تعجب اگر جہاں میں ہوا　　غم سے آغاز سال ہجری کا
ابتدا انتہا بھی ہے گریہ فضا　　بھولنا چاہئے نہ وقت اپنا
یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خنداں بودند تو گریاں

ہیں محرم میں آج ہم دلگیر　　حشر میں کل کریں گے عیش کثیر
ہو چکی ہے ازل سے جو تقدیر　　کب بدل سکتی ہے اُسے تقدیر
پس چناں زی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

مسمط بطور مخمسہ

مقبول درگاہ خدا سبط جناب مصطفیٰ　　فرزند شاہ لافتیٰ لخت دل خیر النسا
یعنی شہید کربلا

سردار شاہان جہاں آگاہ اسرار نہاں　　عالی گہر رفعت نشاں شبیرؑ امام دو جہاں
خاصان حق کے رہنما

والا حسب عالی نسب شایانِ اعزاز و ادب اوجِ شرف شاہِ عرب مظلوم بے وجہ و سبب
مقتول بے جرم و خطا

دلبند ختم المرسلیں شاہنشہِ دنیا و دیں اسلام کے رُکنِ رکیں تھے بے گماں و بالیقیں
نورِ رخِ شمعِ ہُدیٰ

وہ حامئِ انسانیت وہ ماحیِ حیوانیت وہ مرکزِ روحانیت وہ پیکرِ حقانیت
وہ شرحِ تبیں ھل اتیٰ

جو ظلِ احمد میں پلے وہ دھوپ میں پہروں جلے تقدیر سے کیا بس چلے سر رکھ دیا خنجر تلے
کہہ کر رضینا بالقضا

یہ سانحہ ہے جاں گسل یہ زخم ہے ناخن بدل وہ تین راتیں متصل آلِ نبیؐ پر متصل
گزریں بغیر آب و غذا

بعد رسولِ دو جہاں ہلنے لگے زمین و آسماں مٹنے لگے امن و اماں ہونے لگے ہر سو عیاں
بغض و حسد مکر و دغا

فرزندِ مولا علیؑ سبطِ نبیؐ حق کا ولی تیغِ ستم اُس پر چلی ہے جس کے اوصافِ جلی
روشن ہے دو عالم کی جلا

یہ مانتے تھے سب کے سب شبیر ہیں شاہِ عرب عالی نسب الاحسب لیکن عجب ثم العجب
تھی جنگ انھیں سے برملا

ہے کربلا کا ہر سبق تاریخ کا خونی ورق یہ ظلم یہ نظم و نسق یہ درد یہ غم یہ قلق
جس نے سنا دل ہل گیا
دنیا طلب پیاسے ہوئے مذہب سے بے پروا ہوئے عزلت نشیں رسوا ہوئے پوشیدہ و عنقا ہوئے
زہد و ورع صدق و صفا
ایذا کشوں کی داستاں کیونکر کرے کوئی بیاں المختصر تھا یہ سماں کیا طفل کیا پیر و جواں
سب تھے بلا میں مبتلا...
س ابتلائے عام میں اس شور بے ہنگام میں اس جنگ نافرجام میں ہر فرد فوج شام میں
فرعون تھا ہامان تھا
یہ ماجرائے غم اثر یہ واقعات مختصر ہیں قابل غور و نظر دیتے ہیں ہر شام و سحر
تعلیم تسلیم و رضا
ے دلبر خیر الانام اے سرور عالی مقام یہ عرض ہے بعد سلام احسن تمہارا ہی غلام
اس پر رہے چشم عطا

مخمس

بین خاصۂ حق سبط احمد ابن علیؑ جناب فاطمہؑ کے باغ کی شگفتہ کلی
م عصر نبیؐ کا وصی خدا کا ولی جب اُس کے حلق مبارک پہ تیغ جور چلی

نگاہ سوئے فلک کی زباں سے کچھ نہ کہا

معاہدوں سے پھرے داعیان کوفہ و شام — دیا بُلا کے نہ مہماں کو اپنے کچھ آرام

مگر وہ صابر و شاکر تھی ذات پاک امام — کہ دیکھ کر ستم انسداد آب و طعام

خدا کا شکر کیا میزباں سے کچھ نہ کہا

شریر فوج مخالف میں جمع تھے جتنے — وہ خود نہ گن سکے ظلم و ستم کئے اتنے

نہ پوچھیے کہ ہوئے حشر رونما کتنے — فسوں گروں نے اُٹھائے ہزار ہا فتنے

حسینؑ نے لب معجز بیاں سے کچھ نہ کہا

وہ لوگ جو ہیں اسیر توہم و وسواس — انھیں ہے گردش ارض و سماں سے خوف و ہراس

اگرچہ سبط نبی کربلا میں با غم و یاس — گھرے بلا میں مگر صورت عوام الناس

زمیں سے کچھ نہ کہا آسماں سے کچھ نہ کہا

قریب نہر جو شبیرؑ تشنہ لب پہونچا — تو آب آب ہوا قطرہ قطرہ دریا کا

یہ دیکھ کر لب جو روک کر قدم اپنا — بہائے آنسوؤں کے شہ نے آنکھ سے دریا

مگر فرات کے آب رواں سے کچھ نہ کہا

رضائے حق کے سوا کچھ نہ تھا جو مدِّ نظر — گلہ کسی کا نہ آیا زبان مولا پر

یہ ہے کرامت صبر حسینؑ خستہ جگر — سہا کئے تن واحد پہ سب کے وار مگر

خدنگ و خنجر و تیغ و سناں سے کچھ نہ کہا

وہ بادشاہِ دو عالم وہ خلق کے سردار — بشر تو تھے مگر ایسے ملک ہوں جن پہ نثار
وہ کسی کی خدا کے سوا نہ تھی درکار — اُٹھائے رنج مگر باوجود حالتِ زار
جہاں پناہ نے اہلِ جہاں سے کچھ نہ کہا

امامِ دیں شہِ لولاک کے تھے نور العین — نہ رہتے ارض و سماں اُن کے غم میں کیوں بے چین
عذاب ڈھانے کو دونوں رہے مُصر ہیں — مگر ہوئے متوجہ کسی طرف نہ حسینؑ
زمیں سے کچھ نہ کہا آسماں سے کچھ نہ کہا

مطیع سبطِ نبیؐ میں مطاع اہلِ کمال — مٹا انھیں کے قدم سے نشانِ راہِ ضلال
یہ ضبطِ نفس دکھایا کہ وقتِ جنگ و جدال — بجز ہدایتِ صبر و ثبات استقلال
کسی معمّر و طفل و جواں سے کچھ نہ کہا

جفا و جور کی جتنی صورتیں ممکن — دوچار ان سے رہی ارضِ کربلا دس دن
بچا نہ ان سے کوئی طفل و نوجوان و مُسن — اعزّہ و رفقائے حسینؑ میں لیکن
کسی نے بھی کسی ایذا رساں سے کچھ نہ کہا

حسینؑ نے وہ دکھائی ہے شانِ صبرِ جمیل — کہ آج تک نہ ملی جس کی ایک بھی تمثیل
تکلّم اور خموشی کی ہو گئی تکمیل — سنو یہ کہنے نہ کہنے کی مختصر تفصیل
کہ سب خدا سے کہا ایںؑ آں سے کچھ نہ کہا

مخمسہ

نہ بیٹھے داستانیں کربلا کے غمگساروں کی — دہل جائیں گے دل سن سن کے آہیں بیقراروں کی
ابل آئی ہیں یوں رونے سے آنکھیں دلفگاروں کی — نہیں اشک اس دو چادریں ہیں آبشاروں کی
یہ شکلیں ہیں حسینؑ ابن علیؑ کے سوگواروں کی

لڑائی میں یہی اکثر ہوا ہے یہ انصاف مستحسن — کہ ہوں دونوں طرف یکساں سوار و نیزہ و توسن
مگر اب یا توازن کربلا ہی میں نہ تھا قطعاً — ادھر نام خدا شبیرؑ کے ساتھی بہتر تن
ادھر لعنت پہ شیطاں تھی صف آرائی ہزاروں کی

ہوا کرتی ہے جس کا نام لیکر حل ہر اک مشکل — تعجب کیا ہے ناقص کو بنا دے وہ اگر کامل
کیا پستی کی قسمت نے بلندی کا شرف حاصل — رفیقوں کو لئے پہنچے جو شاہِ آسماں منزل
سوادِ شام میں پھیلیں ضیائیں چاند تاروں کی

یہ دل مائل تھے صلح و آشتی پر سبطِ پیغمبر — مگر راضی نہ ہوتا تھا کوئی بدبین و بداختر
مکدر ہو رہی تھی سرزمینِ شام سرتاسر — صفائے قلب کی صورت نظر آتی کوئی کیونکر
کہ دیواریں کھنچیں حائل ہر طرف دل کی غباروں کی

وہ سبطِ نبیؐ کی خاکِ اکسیرِ ہدایت تھی — نہ ہے تقدیر اس سر کی جسے حاصل یہ دولت تھی
عجب معجز نما شبیرؑ کی شانِ کرامت تھی — حبیب ابن مظاہر اور حر کی کیا حقیقت تھی
ہوئیں شہ کی بدولت شہرتیں ان نامداروں کی

امام وقت کا فیضِ ہدایت تھا گراں مایا — ہما پایہ ہوا وہ جس پر اُن کا پڑ گیا سایا
مگر اعدا کی بدبختی نے ایسا ان کو بھٹکایا — نہ چونکے حضرتِ شبیرؑ نے ہر چند چونکایا
عجب سوئی ہوئی تقدیر تھی غفلت شعاروں کی

اُٹھائیں ہائے مظلوموں نے کیا کیا سختیاں بن میں — نہ کفنائے گئے بیکس نہ رکھا اُن کو مدفن میں
نمایاں تھا انہیں صبر آہ ہر سو روزِ روشن میں — نظر آتی تھیں لاشیں جس قدر پھیلی ہوئی رن میں
گزرگاہیں بنی تھیں وہ پیادوں کی سواروں کی

نتیجہ کیا جو دو دن کیلئے دل شاد ہو جاتا — بُرا ہوتا اگر وہ بانئ بیداد ہو جاتا
ہوا خواہِ شہِ دیں کس لئے برباد ہو جاتا — نہ کیوں ہمسائے فطرت پا کے حُر آزاد ہو جاتا
ہوا کرتی ہے کافی ذی خرد کو بات اشاروں کی

اسیرانِ وفا اہلِ جفا کے ظلم سہتے ہیں — مگر وہ آہ کرتے ہیں نہ آنسو ان کے بہتے ہیں
انھیں کیواسطے الفاظ قرآنی یہ کہتے ہیں — شہیدانِ رہِ حق قتل ہو کر زندہ رہتے ہیں
کفن کی ان کو پروا ہے نہ حاجت ہے مزاروں کی

روایاتِ رسومِ کہنہ سے جو لوگ بدظن ہیں — وسیع المشربی ان میں نہیں کوتاہ دامن ہیں
حقیقت بیں نگاہوں پہ حقائق یہ مبرہن ہیں — محرم کی عزاداری میں شاخیں جتنی احسن ہیں
غمِ سبطِ نبیؐ بنیاد ہے اُن یادگاروں کی

منقبت حضرت مولا علیؑ موسوم بہ

خدمتِ مخلوق

ایک مولائے کل یعنی علیؑ مرتضیٰ
وقتِ مغرب مسجدِ کوفہ میں تھے رونق فزا

شاہِ مرداں کی خلافت کا یہ زریں عہد تھا
دورِ عدل و داد تھا امن و اماں کا عہد تھا

واردِ مسجد ہوا بہرِ نماز اک اجنبی
حضرتِ والا سے جس کو واقفیت کچھ نہ تھی

گوشۂ مسجد میں مصروفِ عبادت تھے علیؑ
چہرۂ اقدس سے نورِ حق نما تھا تجلی

اجنبی بعدِ نماز آیا جو حضرت کے قریب
دیکھ کر ان کو یہ سمجھا ہے کوئی مجھ سا غریب

اور پھر دیکھا کہ ستو کی طرح کوئی غذا
کھول کر دامن سے کھا لی اور پانی پی لیا

دیکھ کر یہ اکل و شرب اس کو ہوا پورا یقیں
واقعی محتاج و مفلس ہے یہ غربت گزیں

تھا اسی فکر و تخیل میں کہ آئی یہ صدا
جو مسافر ہیں وہ آئیں اور کھا جائیں غذا

جتنے کھانے والے تھے چلنے لگے وہ دھو کے ہاتھ
سوئے مہمان خانہ وہ بھی اٹھ کے آیا ساتھ ساتھ

آ کے دیکھا اس نے کھانا چن رہا ہے صف بہ صف
اور مہمان و مسافر بھی ہیں بیٹھے ہر طرف

آ رہی ہیں ہر طرح کی اغذیہ حسبِ طلب
منتظم ہیں جس کے سب بیٹے اور محبوبِ رب

غور سے دیکھا تو ہر مہماں وہاں موجود ہے
ایک ہستی کا وہی غائب ہے جس کا مقصود ہے

دل میں سوچا کیا سبب کیوں وہ یہاں سے دور ہے
ہو نہ ہو بیمار چل سکتا نہیں مجبور ہے

لاؤں میں اس کے لئے تھوڑا سا کھانا اے جلوں — تاکہ معذوری میں اپنی اسکو حاصل ہو سکوں

یہ عمل کرنے لگا کھانے میں وہ مرد خدا — ایک لقمہ آپ کھاتا ایک رکھ لیتا جدا

دیکھ کر سبط رسول اللہ نے یہ طرفہ حال — اس سے پوچھا کر رہا ہے تو یہ کیا اے خوشخصال

یہ عمل اَسْتَغْفِرُ اللہ ہے دیانت کے خلاف — اس دیانت سے خیانت کا ہوا ہے انکشاف

تھا کسی کے واسطے مطلوب اگر زاد طعام — ہم سے کہتا ہم ابھی اس کا بھی کرتے انصرام

تو یہ کر تو یہ کہ بیجا تصرف کیوں کیا — تو نہ تھا جس پر مکلف وہ تکلف کیوں کیا

سن کے ارشاد امام اور دیکھ کر یہ خلق حسن علیہ السلام — دست بستہ ہو کے وہ بولا کہ اے شاہ زمن

کیجئے لِلّٰہ اس عاجز کی گستاخی معاف — جو حقیقت ہے اسے کرتا ہوں ظاہر صاف صاف

یہ عمل میرا دناءت یا خیانت سے نہ تھا — بلکہ انسانی حمیت کا یہ تھا اک اقتضا

آپ کی مسجد میں ہے بیٹھا ہوا اک شہ گیر — جانتا ہوں جس کو میں مفلوک محتاج و فقیر

ضعف بے قوتی سے عاجز شرم سے مجبور ہے — غالباً بے دست و پائی کے سبب معذور ہے

ورنہ اس مہمان سرا کا نام تو مشہور تھا — اس جگہ تک اس کا آجانا بھی کوئی دور تھا

الغرض میں نے جو کچھ کھانا بچایا ہے ابھی — سب اسی کو جا کے دونگا کھائیگا اسکو وہی

سن چکے تقریر جب نور عین بوتراب — آبدیدہ ہو کے فرمایا سن اے مصروف خواب

سمجھتا ہے جس نے یہ ساز و سامان طعام — ہے اسی عزلت گزیں مولا کا شاہی انتظام

ان کا مولا ہاں وہ مولا جس کے ہم سب ہیں غلام — فرض ہے نبی نبیؑ امت پہ اس کا احترام

نامِ حق نفسِ نبیؐ زوجِ خدا دستِ بتولؑ
کعبہ زاد عرش ناز و قبلۂ آلِ رسول

بو تراب حیدرِ کرار و شبیر کردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

بابِ شہرِ علمِ احمدؐ، واقفِ سرِ جلی
جس کو فرمایا ہے اقضاھم نبی نے وہ علی

یہ لقب اتنے لقب ایسے لقب کس کو ملے؟
افتخارِ ہر دو عالم ہو گیا جس کو ملے

وہ امیر المومنین جس پہ غریبوں کو ہے ناز
جس کے ہیں درویش ابوذر سے ہزاروں پاکباز

فقر سازی پر نہ ہو کیوں فخر شاہی کا گماں
خاکساری سرفرازی کی مرادف ہے یہاں

وہ علی ہوتے تھے فاقے جن کو دو دو دن تین
اور اس حالت میں بھی پڑتی نہ تھی چہرہ پہ چیں

وہ علیؑ جن کو مساکیں و یتامیٰ اور اسیر
جانتے ہیں اپنا حامی و شفیق و دستگیر

دیکھتے ہو جس طرف چاروں طرف شانِ کرم
ہے انھیں کے فیض کا پھیلا ہوا خوانِ کرم

ہے خلافت ان کی بیت المال کے مختار ہیں
لیکن ان سب کے حقیقت میں امانت دار ہیں

تھا بہت ممکن کہ وہ بھی مثلِ شاہانِ زمن
صرف زر کرتے بناتے قصر و ایوان و چمن

تھا بہت آسان کہ بیت المال کے اموال و زر
اپنی ذاتِ خاص پر تقسیم ہوتے بیشتر

لیکن ایسا کر نہیں سکتے وہ خاصانِ خدا
ہیں جو اس ظلمت کدہ میں مشعلِ راہِ ہدیٰ

خدمتِ مخلوق اصل طاعتِ معبود ہے
عام انسانی تمدن کا یہی مقصود ہے

جو منکرِ حسینؑ ہوئے مرتضیٰؑ کے بعد — گویا پھرے خدا سے رسولِ خدا کے بعد
فرمایا اُس عدو کو ابتر رسولؐ نے — شامل اگر نہ آل ہو نسلِ علیؑ کے بعد
ایسا نہیں ہے کوئی بلا خیز سانحہ — محشر بھی ہے تو واقعۂ کربلا کے بعد
ہر چند انتقام کی قدرت تھی شاہ کو — لیکن وفا ہی کرتے رہے ہر جفا کے بعد

(ق)

صبر آزما ہیں تلخ ہیں ظلم ابتلا میں شہد — انجام ہے مگر یہ صواب و خطا کے بعد
نسلِ یزید ختم ہوئی چند سال میں — نسلِ حسینؑ اب بھی ہے زین العباؑ کے بعد
اس کا وجود وہم ہے موجود بالیقیں — کیا کیمیا کی فکر ہو خاکِ شفا کے بعد
کی شاہِ کربلا نے نہ اُف بھی زبان سے — ہر چند آئی ایک بلا اک بلا کے بعد
حد سے زیادہ اُس پہ ہوئی بارشِ عطا — نادم ہوا جو دل سے گناہ و خطا کے بعد
چھوڑی تھی جو خلافتِ ظاہر رسولؐ نے — دیکھی گئی نہ وہ حسنِؑ مجتبیٰ کے بعد
کرتے ہیں نذر راہِ خدا میں جو اپنی جان — ملتی ہے نعمت اُن کو فنا کی بقا کے بعد

اشتنؔ قوی امید شفیعِ الامم سے ہے
لے جائیں گے بہشت میں روزِ جزا کے بعد

نہ جس نے ماہِ محرم کا احترام کیا — عرب کے نام کو بدنام لا کلام کیا
یہ ماہ وہ ہے کہ اعزاز جس کی حرمت کا — ہر اک رسولؐ نے ہر عہد میں لزم کیا

بلحاظ عہد جہالت میں بھی عرب کو یہ تھا
کہ حرب و ضرب کو اس ماہ میں حرام کیا

گزارنے تھے حریم حرم میں رہ کے یہ دن
اسی بناء پہ محرم کا وضع نام کیا

یہ حال سابق اسلام کا تھا اس کے بعد
وہ کچھ کیا کہ اماموں کا قتل عام کیا

حسینؑ سبط نبیؐ جن کو حق نے دنیا میں
علیؑ کے بعد امام فلک مقام کیا

غضب کیا کہ انھیں اس طرح کیا مجبور
دغا کا جال بچھا کر اسیر دام کیا

خوشامدوں سے بلایا جفاشعاروں نے
جب آگئے تو نہ پھر کوئی احترام کیا

ہوا یزید اسی کام کے سبب بدنام
نمود و نام کی خاطر جو اس نے کام کیا

عرب کے چاند کو ہی چھپا لیا تو نے
یہ کس بلا کا ستم اے سواد شام کیا

یقین پختہ رکھ احسنؔ شفاعت شہ پر
نہ بخشوائیں گے یہ کیا خیال خام کیا

جو یادگار اک ستم ناروا کی ہے
وہ سرزمین زیر خاک کربلا کی ہے

کرتا ہے جو دغا اسے دیتے ہیں وہ دعا
یہ شان رحم سبط رسول خدا کی ہے

جب بزدلوں پہ شیر خدا نے اٹھائی تیغ
ہر سو تھی یہ صدا کہ دہائی خدا کی ہے

جو کام ہے اجل کا وہی ذوالفقار کا
گویا وہ ترجمان زبان قضا کی ہے

بولے ہجوم فوج عدو دیکھ کر [illegible]
آہ یہ کربلا کی طرف کس بلا کی ہے

سر ہے سوار دوش نبیؐ کا سنا پر آہ
وہ ابتدا کی شان تھی یہ انتہا کی ہے

احسن سزا دلائیں گے مجرم کو بھی نہ وہ
شانِ کرم یہ شافعِ روزِ جزا کی ہے

سلام اُس پہ جو مظلوم بن کے جاتا ہے — گلے میں طوقِ اسیری پہن کے جاتا ہے
غضب ہے قہر ہے آفت ہے یا قیامت ہے — کہ بھائی قتل کو آگے بہن کے جاتا ہے
چلا ہے ماہِ مدینہ ردائے غم اوڑھے — کہ چاند شام کی جانب گہن کے جاتا ہے
وہی ہے عابدِ بیمار وہ قافلہ سالار — نشان لے کے جو طوق و رسن کے جاتا ہے
چلا جو قاصدِ صغرا تو سب نے رو کے کہا — یہ پاس ایک غریب الوطن کے جاتا ہے
جھکا رہا سرِ تسلیم جن کا دنیا میں — وہ سر اٹھائے سرِ حشر تن کے جاتا ہے

گزارتا ہے جو عیش و طرب میں عمر احسن
وہ داغ دل لئے رنج و محن کے جاتا ہے

سلام

اور کیسی ملتی جلتی صورتِ شبیرؑ تھی — سرورِ ہر دوسرا کی دوسری تصویر تھی
حق بجانب سبطِ پیغمبر کی ہر تقریر تھی — سر بسر گویا کلام اللہ کی تفسیر تھی
تھا فدیناہ بذبح کا جو منشائے عظیم — ذاتِ والائے حسینؑ اس خواب کی تعبیر تھی

دل کے اندھوں کو نہ سوجھا ورنہ شرق و غرب میں
ہر طرف ماہِ عرب کی ضو فشاں تنویر تھی

جو فقیر اس در کے تھے کیونکر نہ ہوتے وہ غنی
خاکِ پائے بوتراب اُن کے لئے اکسیر تھی

کی غلاموں کی خطا پوشی عطا پوشی کے ساتھ
یہ عنایت یہ جمیل، یہ عادتِ شبیر تھی

بالیقیں قلب و لبِ شبیر سے نکلی ہوئی
ہر دعا نور تھی، ہر بات پُرتاثیر تھی

دشمنانِ شاہ کے ہر قول میں ہر فعل میں
مکر تھا، مکاریاں تھیں، زور تھا تزویر تھی

فرق و حلقِ سینۂ سبطِ نبیؐ تھا اس طرف
اُس طرف گرز و طبر تھے، تیر تھا شمشیر تھی

جملہ دعوت نامے کوفے کے عداوت نامے تھے
مفسدوں کی مفسدہ پرداز ہر تحریر تھی

نعرۂ حق سُن کے قلبِ اہلِ باطل ہل گئے
کس قدر اللہ اکبر ہیبتِ تکبیر تھی

بے بسی کا تھا یہ عالم کربلا میں ہائے ہائے
بھائی کا دم ٹوٹتا تھا دم بخود ہمشیر تھی

خاک میں اکبر سے گلرو کی جوانی مل گئی
کس قیامت کی یہ گردش تیری چرخِ پیر تھی

بہ محبت آلِ محمدؐ کی بدولت حشر میں
کی معاف اللہ نے احسنؔ کی جو تقصیر تھی

(محرم ۱۳۸۵ھ)

تمت بالخیر

مراثی انیس

تین جلدوں میں

مُرتبہ مولینا علی حیدر صاحب رضا طباطبائی نظم مخاطب بہ نواب صدر یار جنگ بہادر

تقطیع ۲۲×۲۹/۸ کتابت پاکیزہ طباعت نفیس، سرورق خوشنمائی رنگوں سے چھاپا گیا ہے۔ مارول کی جلد نہایت خوبصورت ہے جس پر سنہرے حروف میں کتاب کا نام ٹھپہ کیا گیا ہے ؛

جلد اوّل و سوم میں میر صاحب کا فوٹو ہے اور تیسری جلد میں اُن کے خط کا عکس بھی شامل ہے۔

جلد اول میں ۲۳ مراثی ۲ سلام ۲۲ رباعیات دوسری جلد میں ۲۲ مراثی ایک سلام ۱۳ رباعیات اور تیسری جلد میں ۲۹ مراثی ۱ سلام اور ۳۴ رباعیات ہیں ؛

جلد اوّل میں مولانا نظامی بدایونی کا ایک مبسوط مقدمہ شامل ہے جس میں میر صاحب کے کلام کی خصوصیات اور ان کی زندگی کے مختصر حالات درج ہیں اس جلد کے مراثی کو میر صاحب کے مشاقانہ کلام کا نمونہ سمجھنا چاہیئے اور جلد دوم میں زمانہ متوسط کا کلام ہے اسی جلد دوم کے شروع میں مولینا طباطبائی کا مقدمہ قابل دید ہے جس میں طباطبائی صاحب نے میر صاحب کے کلام پر قابلانہ تبصرہ کیا ہے ؛

جلد سوم کے دیباچہ میں مولانا نظامی صاحب نے ان مراثی پر جو اس جلد میں شامل ہیں اور جنکو میر صاحب کے عنفوان شباب کا کلام سمجھنا چاہیئے خصوصیت سے بحث کی ہے ہر جلد میں حاشیہ پر مشکل الفاظ کے معنی بھی دیئے ہیں مکمل سٹ قیمت للعہ روپیہ

ملنے کا پتہ :- نظامی پریس کا رکن بدایوں یو - پی

"صحت نامہ کارنامۂ غم"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	درابت کے	درایت سے	۴۰	۱۴	یوالجزا	یوم الجزا
۶	۳	تمّاجی	مدّاحی	۴۱	۱۰	اب	آب
″	۵	رحضنت	رخصت	۴۳	۱	اپنے بڑھائے	اپنے نہ بڑھا
۷	۱۳	خُشی	خوشی	″	۵	ہرایک	ہراک
۱۰	۹	سربُر	سربسر	″	۹	گرکر	گرکے
۱۴	۱۷	ہے	کے	۴۴	۴	بڑھوائے گی	بڑھوالے
۱۷	۱۲	دنیائے ویں	دنیائے دوں	۴۴	۵	لے گی	آلے گی
۱۸	۵	قلاوہ	قلاوۂ	″	۱۲	کھالے گی	کیالے گی
″	۱۷	وَغا	وِغا	۴۵	۳	ٹھیکہ	ٹھکا
۳۰	۴	بعض وودستاں	بعض دوستاں	″	۲	کالمشتاں	کاہکشاں
″	۱۶	داروانِ	واردانِ	″	۹	بدلہ	بدلا
۲۷	۱۴	عواص	خواص	۴۶	۱۵	شوق دست	شوق دو
۳۷	۱۰	سنوا	شنوا	۴۸	۳	پریسام	پریسیادہ
۳۸	۲	بدمذہب	بدمذہب	۴۹	۸	لی	کی
″	۹	پیشرو اتقیا	پیشرو اتقیا	″	۱۰	ذت کا ایک کلی	وحدت کا ا
″	۱۲	خذا	خدا	″	۱۳	خواب وبستر	خواب یہ ب
″	۵	مدا	ندا	″	۱۴	خادرا	خودرا
″	۷	بجمع	بجمعے	۵۰	۳	فضا	فزا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰	۵	ہمہ خنداں ہوتا تو گریاں	ہمہ خنداں ہوتا، تو گریاں	۵۹	۷	جبیں	جبین
"	۱۱	درگاہے	درگاہِ	"	۸	مساکیں	مساکین
"	۱۳	شانِ	شبانِ	۶۰	۱	خد	خدا
۵۱	۳	بے گماں	بے گمان	"	۴	سانجہ	سانحہ
"	۶	ہیتں	ہیتین	"	۵	طلم	ظلم
۵۲	آخری سطر	جلی	چلی	"	۹	حاب	کے بعد حد
۵۳	۹	امیر	اسیر	"	"	تمام ہوا جو دل سے گناہ ہو خط	تمام ہوا جو دل سے گناہ
"	۱۳	قراط	قرات	"	۱۱	انکو فنا کی بقا کے بعد	ان کو بقا کی فنا
۵۴	۵	مغرہین	مصرہابین	"	۱۴	عرب	حرم
"	۱۵	ایں وآن	این وآں	۶۱	۵	اوجھیں	اُکھیں
۵۵	۱۳	دہ	در	"	۱۴	ذو لفقار	ذوالفقار
۵۶	۱۱	قرانی	قرآنی	۶۲	آخری سطر	تغیر	تعبیر
۵۷	۱	ایک مولائے کل	ایک دن مولائے کل	۶۳	۶	حلق سینۂ	حلق و سینۂ
"	۴	عہار	عہار	"	"	طیبر	تبر
"	۱۰	غزلت گزیں	عزلت گزیں				
"	۱۳	حسیب الطیب	حبیب الطبیب				
"	۱۴	غزلت لنشیں	عزلت لنشیں				
۵۸	آخری سطر	ہاں وہ مولا ہاں وہ مولا	ہاں وہ مولا				
۵۹	۱	زوجِ خدا دستِ بتول	دستِ خدا زوجِ بتول				
"	"	زادِ عرش	زاد و عرش				
"	۳	سر حلی	سر جلیا				